حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مشہور تصنیف

انفاس العارفین

مترجم
علامہ حکیم محمد اصغر ظہیر فاروقی

نوری بک ڈپو داتا دربار ○ لاہور

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

انفاس العارفین

نوری بک ڈپو لاہور

انفاس العارفین

از

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

تقدیم

راجہ رشید محمود ایم اے ماہر مضمون اردو
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ

ترتیب و ترجمہ

حضرت علامہ حکیم محمد اصغر اطہر فاروقی مدظلہ العالی

نوری بک ڈپو۔ لاہور

ناشر و تاجر

آر-آر پرنٹرز لاہور

مرکزی دفتر: معصوم منزل۔ اسلام گنج۔ لاہور
مرکز فروخت: بازار داتا صاحب۔ لاہور

حضرت والا جس میں بھی چاہتے تھے تاثیر کرتے تھے اور اسے غیبوبت اور بے خودی تک پہنچا دیتے تھے یہ واقعات حد و شمار سے باہر ہیں۔ بعض توجہات میں جماعت کثیرہ بے ہوش ہو جاتی تھی اور بعض توجہات میں اس قدر بے ہوشی ہوتی کہ ان کے مر جانے کا خوف ہوتا۔ آخر میں اس قسم کی توجہ سے آپ نے اعراض فرمایا اور اسے پسند نہیں کرتے تھے۔

ایک روز مستورات قصبہ پرتاب پور میں جمع ہو گئیں اور اس قسم کے تاثیر کا مطالبہ کیا۔ فقیر کی والدہ کو اس جماعت پر توجہ کا حکم فرمایا کہ فرماتے ہی عجیب تاثیر ان میں ظاہر ہوئی یہاں تک کہ اس روز جس نے بھی چاہا اسے غلبت میں پہنچا دیا۔ ان کی تعداد بیس سے زیادہ ہو گئی۔ واللہ اعلم۔

دلوں کے راز بتلانے اور ان دیکھی باتوں کو منکشف کرنے کے واقعات بے شمار ہیں۔ ان کے مخلصین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اس قسم کی پانچ چھ کرامتیں جو اس نے دیکھی ہیں بیان نہ کرتا ہو۔ فقیر (شاہ ولی اللہ) کی غرض حضرت والا سے خود سنی ہوئی باتیں بیان کرتا ہے۔

وعلی تفنن واصفیہ بوصفہ　　یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف

عمرم تمام گشت وبپایاں رسید عمر　　ماہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

حضرت والد ماجد کے ملفوظات

حضرت والد فرماتے تھے میں ایک مرتبہ ایک مشہور بزرگ کی ملاقات کے لئے گیا۔ انہوں نے فرمایا ایک مدت سے دو خطرات میرے دل میں کھٹکتے تھے اور ان دونوں سے اطمینان نہیں ہوتا تھا ایک یہ کہ علماء کہتے ہیں کہ رویت حق سبحانہٗ و تعالیٰ دنیا میں آنکھوں سے محال ہے۔ حالانکہ ہم حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ ان کے قول کے مطابق آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیز کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پہلے صوفیاء نے بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے انہوں نے کہا ہے ؎

دیدہ را فائدہ آنست کہ دلبر بیند　　ورنہ بیند چہ بود فائدہ بینائی را

(آنکھوں کا تو یہی فائدہ ہے کہ دلبر کو دیکھے۔　　اگر وہ اسے نہیں دیکھتی تو بینائی کا پھر کیا فائدہ)

میں نے کہا معلوم نہیں اس شعر کے قائل کی مراد جمال حقیقی ہے یا مجازی اور پہلی کی صورت

پس تاویل کا باب کشادہ ہے۔ لیکن جو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا ذکر کیا ہے تو یہ بصیرت کا بصر سے اشتباہ ہے آپ اپنی آنکھوں کو بند کیجئے۔ انہوں نے بند کر دیں۔ میں نے پوچھا اس ادراک کا حال باقی ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا باقی ہے۔ میں نے کہا یہ اشتباہ کی علامت ہے۔

دوسرا خدشہ یہ ہے کہ نقشبندی کہتے ہیں کہ ہم جب سالک پر توجہ ڈالتے ہیں تو پہلی صحبت میں اسے غیبت اور بے خودی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت ثابت ہے یا نہیں آپ نے کبھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں نے کہا ہاں ثابت ہے۔ اس قسم کی بہت سی باتیں میں نے دیکھی ہیں۔ بلکہ اس قسم کی تاثیرات مجھ سے بہت ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ کہنے لگے آپ نے سچ کہا ہے۔ مگر میری تسلی نہیں ہوتی۔ اس جگہ ان کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص پر میں نے توجہ ڈالی جو میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ انہیں شک پڑ گیا کہ یہ مرگی کا دورہ ہے یا وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ میں نے تاثیر کی ہے جب وہ شخص ہوش میں آیا اس سے انہوں نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا کہ تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس نے کہا میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ ان کی محض توجہ کرنے سے ایک نور ان سے نکلا اور مجھ میں داخل ہو گیا اور میرے ہوش جاتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے عین الیقین حاصل ہوا۔ لیکن ابھی حق الیقین نہیں۔ میں نے کہا آپ صاحب ارشاد بزرگ ہیں۔ اور ہر طریق کی ایک خاص "تاثیر ہے۔ یہ مصلحت نہیں ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ مکہ معظمہ میں یہ فقیر آدم بنوری قدس سرہٗ کے متبعین میں سے ایک بزرگ سے مسجد حرام میں ملا جو رویت حق سبحانہ و تعالیٰ کے دنیا میں قائل تھے۔ میں نے ایک موقع پر یہ قصہ بیان کیا۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ جب حق سبحانہٗ و تعالیٰ جہت اور مکان میں مقید نہیں ہے تو پھر دیکھنے والے کی آنکھ کی پلکیں آنکھ کے ڈھیلے کے درمیان روک اور حجاب نہیں بن سکتیں۔ اس لئے آنکھیں بند کرنے کے باوجود مشاہدہ قائم رہتا ہے اور بصر و بصیرت میں کوئی فرق ثابت نہیں ہوتا۔ میں نے کہا حقیقت رویت عرف عام میں مکمل انکشاف ہے جو آنکھ کھولنے کے بعد وقوع پذیر ہوتا ہے۔ ملا جلال نے بحث رویت معادیہ میں اسے بیان کیا ہے پس وہ انکشاف جو آنکھیں بند کرنے اور کھولنے کے بعد یکساں محسوس ہو اسے رویت نہیں

نہیں کہہ سکتے۔ واللہ اعلم۔

فرماتے تھے میرے ایک ہم سبق نے مجھ سے سوال کہ خدا تعالیٰ آپ کو اپنے بندوں کے ذریعہ روزی پہنچاتا ہے اور اس طرح تمام دوسرے لوگوں کو بھی۔ ہم اور آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ حقیقی رازق حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ تو پھر فرق کیا ہوا میں نے کہا تم مخلوق کی طرف متوجہ ہو ان کیلئے متواضع ان سے تمہیں طمع ہے اور ہم خالق کی طرف متوجہ ہیں اسی سے دیکھتے اور اسی سے طلب کرتے ہیں۔ اس نے کہا فرق واضح نہیں ہوتا۔ میں نے تصرف کیا یا فرمایا بغیر تصرف کے خدا تعالیٰ نے مہربانی ظاہر فرمائی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ مجھے کچھ روپے انہیں ہدیہ دینا چاہیئے۔ یہ خیال قوی ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ بے اختیار ہو گیا میں نے اس ہدیہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ دیر تک وہ دھوپ میں کھڑا۔ زاری اور تضرع کرتا رہا اور کہا مجھے معلوم ہے کہ اس رقم کے قبول کرنے میں میری سعادت ہے اور رُد کرنے میں بدبختی۔ میں نے اسے قبول کرنے کے لئے بعض سخت شرائط عائد کیں وہ بھی اس نے خوشی خوشی پوری کر دیں۔ اس کے بعد میں نے کہا اسے میرے دروازہ کی چوکھٹ پر رکھ دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ وہاں سے ایک بھنگن گزر رہی تھی میں نے اسے اشارہ کیا کہ اسے اٹھا لے اس کے بعد میں نے اسے کہا تمہیں کچھ معلوم ہوا کہ تمہارے امرار سے لینے اور ہمارے تم سے لینے میں کیا فرق ہے۔ اس نے کہا اب اچھی طرح واضح ہو گیا اور کوئی اشکال باقی نہیں رہا۔

فرماتے تھے مجمع عظیم تھا شہر کے تمام صوفیاء اور علماء جمع تھے۔ وہاں کسی شخص نے سوال کیا کہ خواجہ حافظ فرماتے ہیں ؎

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است ٭ در حیرتم کہ وعدہ فردا برائے چیست

اور یہ بات اس کے خلاف ہے جو کتب عقائد میں لکھی ہوئی ہے کہ رویت حق سبحانہ دنیا میں ممتنع ہے ان دونوں باتوں میں منافات ہے۔ ان میں مطابقت کیسے ہو گی۔ اس مسئلہ میں بڑا مناظرہ ہوا اور طویل بحث مباحثہ کی نوبت پہنچی۔ اس کے بعد انہوں نے میری طرف رجوع کیا۔ میں نے فریقین کو خاموش کرنے کے بعد کہا کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ خدا تعالیٰ محتجب ہے محجوب نہیں ہے۔ خواجہ حافظ اپنے شوق کے تقاضا پر کہتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ محجوب نہیں ہے۔

اور ہمارے نہ دیکھ سکنے کے علاوہ اور کوئی مانع بھی نہیں اور اسے دور کرنا بھی تیرے ہاتھ میں ہے تو پھر اس دنیا میں ہمیں اپنے جمال سے بہرہ اندوز کیوں نہیں کرتا۔ فریقین نے اسے قبول کرلیا اور کوئی اشکال باقی نہ رہا۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ مناظرہ یہ تھا کہ صوفیا کہتے ہیں کہ بے پردگی سے مراد ایسا انکشاف ہے جس کے اوپر کوئی اور انکشاف نہ ہو اور اولیاء کو اس دنیا میں یہ بات حاصل ہوتی ہے اور عوام کے لئے یہ بات آخرت پر موقوف ہوتی ہے۔ علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ رویت کے لئے آنکھوں کا کھلا ہوا ہونا ضروری ہے۔ حضرت والا کا ایک مخلص اورنگ زیب عالمگیر کے مقربین میں سے تھا۔ ایک روز بادشاہ نے مراقبہ کیا۔ وہ پنکھا ہلا رہا تھا۔ اسی محفل میں اس پر شغل غالب آیا اور وہ بے خود ہوگیا اور پنکھا اس کے ہاتھ سے گر پڑا قریب تھا کہ بادشاہ کو نقصان پہنچتا۔ پنکھا گرنے کی آواز سے بادشاہ مراقبہ سے ہوشیار ہوگیا اور اس حرکت کی وجہ پوچھی اس نے غیبوبت اور حضرت والا سے اپنی نسبت کو ظاہر کیا۔ بادشاہ کو ان کی ملاقات کا شوق ہوا۔ بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لاؤ۔ اس نے عرض کی کہ ملوک و اغنیاء کے گھر جانے کا ان کے ہاں دستور نہیں ہے۔ بادشاہ نے حضرت والا کے ایک مخلص شیخ پر کو جو حضرت والا کے ساتھ اخلاص رکھتے تھے۔ بلا کر ان کے ہاتھ اپنے شوق اور استدعا ملاقات لکھ کر بھیجا۔ حضرت والا نے قبول نہ کیا۔ شیخ نے مبالغہ کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ تب مایوس ہو گئے تو کہا آپ ایک خط لکھ دیجئے تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ میری طرف سے کوتاہی ہوئی ہے۔ وہاں ایک حقیر کاغذ جس میں جوتے لپیٹے ہوئے تھے گرا ہوا تھا۔ اس کاغذ پر انہوں نے لکھا کہ اہل اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ **بئس الفقیر علی باب الامیر** بدترین فقیر وہ ہے جو امیر کے دروازہ پر ہو۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے۔

وما متاع الحیوٰۃ الدنیا الا قلیل دنیا کی زندگی کا تمام سامان بھی کم ہے۔ اس قلیل میں سے بہت ہی اقل آپ کو ملا ہے۔ اگر بالفرض اس میں سے آپ مجھے کچھ دیں گے تو وہ جزو لا یتجزیٰ ہوگا یعنی وہ حصہ جسے آگے تقسیم نہ کیا جا سکے۔ میں اس ذرہ حقیر کی خاطر اپنے نام کو خدا تعالیٰ کے دفتر سے کیوں کٹا دوں کیونکہ بزرگان چشتیہ کے بعض ملفوظات میں مذکور ہے کہ جس کا نام بادشاہ کے دفتر میں لکھا گیا۔ اس کا نام حق سبحانہ وتعالیٰ کے دفتر سے کاٹ دیتے ہیں۔ اس خط کی

روایت بالمعنی ہے۔ اس کے الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔ اس قدر لکھا اور بھیج دیا۔ ناقل نقل کرتا ہے کہ بادشاہ نے اس رقعہ کو اپنی جیب میں محفوظ رکھا جب نیا لباس پہنتا اس کو اس کی جیب میں محفوظ رکھتا۔ یہاں تک کہ سات لباس تبدیل کئے۔ فرصت کے وقت اس کا مطالعہ کرتا اور روتا تھا۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ اس قسم کا قصہ بہادر شاہ کے بیٹے عظیم الشان سے بھی منقول ہے کہ اس نے عجز و انکساری اور طلب دعا پر مشتمل رقعہ لکھ کر بھیجا اور کہا کہ اگر آپ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی زیارت کے لئے تشریف لائیں اور اس بہانہ سے ہماری ملاقات ہو جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔ فرمایا۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اعمالکم انما ینظر الی قلوبکم و نیاتکم۔ میں ان امور سے فریفتہ نہیں ہوتا۔

شیخ احمد سرہندیؒ کی اولاد میں سے شیخ نقشبند نامی ایک بزرگ نے مجمع میں کہا کہ صوفیاء کا یہ طبقہ جدید معارف نہیں رکھتا۔ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ پہلے بزرگوں کے اقوال ہیں حضرت والا نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ اس طبقہ کے بعض لوگ خاص طور پر ایسے جدید معارف رکھتے ہیں کہ اس میں وہ کسی کے مقلد نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا تو پھر ان میں سے کچھ ہمیں بھی سنا دیجئے تا کہ اس کی حقیقت ہم پر واضح ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کلموا الناس علی قدر عقولهم کی حد مقرر ہو چکی ہے۔ اس لئے عام مجلس میں ایسے امور ظاہر نہیں کرنے چاہئیں۔ انہوں نے کہا اس مجلس میں اکثریت اہل سلوک کی ہے۔

حضرت والا نے فرمایا معرفت کے اکثر باریک نکات کے سلسلے میں بہت سے اہل اللہ عوام کا حکم رکھتے ہیں۔ جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ شیخ بسطامی کا قول ہے کہ نہایت الصدیقین بدایت الانبیاء رکمال صدیقیت آغاز نبوت ہوتا ہے)، اور اکثر اہل استقامت اسی راہ پر گامزن ہیں مگر ہماری معرفت کا کچھ اور تقاضا ہے جب حضرت والا نے بات یہاں تک پہنچائی تو شیخ نقشبند کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور ناگواری کے اثرات ان کے چہرے پر ظاہر ہوئے۔ حضرت والا نے اس خیال سے کہ شاید نقشبند اس دوسرے قول کو پسند کرتے ہیں۔ کہ "الولایۃ افضل من النبوۃ" فرمایا میرے نزدیک نہایت الصدیقین ولایۃ الانبیاء والا مقام برزخی حیثیت رکھتا ہے۔ جسے نبی کے بغیر کوئی عبور نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد وہ